

کتابِ دانیال - نمبر ایک سو اکیاون

معبد کی رمزیت: الہی اور انسانی تعلق کے اسرار کی نقاب کشائی

Jeff Pippenger

2024-03-22

دو لاٹھیاں آپس میں ملا کر ایک ہیکل بن جاتی ہیں۔ چھیالیس کا عدد ہیکل کی علامت ہے، اور شمالی مملکت کی اسیری کو جنوبی مملکت کی اسیری سے جدا کرنے والی مدت چھیالیس برس ہے۔ جب 1798 میں وقتِ انجام پر مقدس اور لشکر کی پامالی کا عمل اختتام پذیر ہوتا ہے، تو چھیالیس ہی برس وہ عرصہ ہے جو دو لاٹھیوں کو ملا کر ایک ہیکل بناتا ہے۔ 723 قبل مسیح سے 677 قبل مسیح تک ہیکل ڈھا دی گئی اور پامال کی گئی۔ 1798 میں یہ پامالی ختم ہوئی اور 1844 تک ایک ہیکل تعمیر ہو چکی تھی۔ وہاں وہ ایک بادشاہ کے ساتھ ایک قوم بننے والے تھے، اور ہمیشہ کے لیے گناہ کرنا چھوڑ دینے والے تھے۔ یہی منصوبہ تھا، مگر 1863 کی بغاوت نے اس منصوبے کو 2001 تک مؤخر کر دیا۔

پولس کلیسیا کو بدن اور مسیح کو سر قرار دیتا ہے، اور بدن کو جسد کی علامت کے طور پر استعمال کرتا ہے۔ پولس کے نزدیک جسد اور بدن باہم قابلِ تبادلہ اصطلاحات ہیں۔

کیونکہ اگر تم جسم کے مطابق زندگی بسر کرو گے تو مر جاؤ گے؛ لیکن اگر تم روح کے وسیلہ بدن کے اعمال کو موت کے گھاٹ اتارو تو زندہ رہو گے۔ رومیوں 8:13۔

انسانی ہیکل کی ساخت خدا کے ہیکل کی ساخت پر مبنی ہے۔ جسم، جو کہ کلیسیا ہے، فرد کے ہیکل میں گوشت کے برابر ہے۔ فرد کے ہیکل میں، ذہن سر ہے، اور جسم ہی گوشت ہے۔

کیونکہ ہم اس کے بدن کے اعضا ہیں، اس کے گوشت اور اس کی ہڈیوں کے۔ اسی سبب سے آدمی اپنے باپ اور اپنی ماں کو چھوڑ کر اپنی بیوی سے ملا رہے گا، اور وہ دونوں ایک تن ہوں گے۔ یہ بھیہد بڑا ہے، لیکن میں مسیح اور کلیسیا کے بارے میں کہتا ہوں۔ افسیوں 5:30-32۔

وہ ہیکل جس کی پیمائش یوحنا نے کرنی تھی، جب ساتویں فرشتے کے نرسنگا بجائے خدا کے بھیہد کی تکمیل کے کام کے آغاز کی نشاندہی کی، خدا کا ہیکل تھا، لیکن انسان کا ہیکل خدا کے ہیکل کی صورت پر بنایا گیا تھا۔ یہ باہم قابلِ تبادلہ رموز ہیں۔ موسیٰ چھیالیس دن پہاڑ پر رہا، جب اسے وہ نمونہ دکھایا گیا جس کے مطابق اسے زمینی خیمہ اجتماع پرپا کرنا تھا۔ وہ نمونہ آسمانی ہیکل سے ماخوذ تھا۔

مسیح آسمانی ہیکل تھے، جو جسم میں مجسم ہوئے، اور وہ انسانی ہیکل کے نمونے کی نمائندگی کرتے ہیں، کیونکہ انسان اُن کی صورت پر پیدا کیے گئے تھے۔ اسی وجہ سے انسانی ہیکل کے نمونے کی نمائندگی چھیالیس کروموسوم کے ذریعے کی جاتی ہے۔

ہیکلیں نبوتی مفہوم میں ایک دوسرے کے قائم مقام ہیں۔ چنانچہ یوحنا کو جس ہیکل کو ناپنے کے لیے کہا گیا تھا وہ صرف دو حصوں پر مشتمل تھی، اس میں کوئی صحن نہ تھا۔ پہلا حصہ انسانی ہیکل کی نمائندگی کرتا ہے، یعنی کلیسیا (دلہن)، قوم، بدن، یعنی جسم۔ دوسرا حصہ الہی ہیکل کی نمائندگی کرتا ہے، یعنی دولہا، بادشاہ، سر، یعنی ذہن۔ ابدی عہد کا وہ وعدہ جو آخری دنوں میں ایک لاکھ چوالیس ہزار کے لیے پورا کیا جاتا ہے، حزقی ایل کے باب سینتیس کی دو لکڑیوں سے واضح کیا گیا ہے۔ اسے یوحنا کی ہیکل سے بھی واضح کیا گیا ہے جو دو حصوں پر مشتمل ہے۔ اور اسے پولس کی اُن صریح تشریحات سے بھی واضح کیا گیا ہے جو اُس نے مومن کے اندر مسیح کے بھیہد، یعنی جلال کی امید کے بارے میں کیں۔

ایک لاکھ چوالیس ہزار کی مہر بندی کا عمل، الوہیت اور انسانیت کے دائمی اتحاد کا عمل ہے۔ یہ کام ساتویں نرسنگ کے جنے کے دوران پایہ تکمیل کو پہنچتا ہے۔ صحائف مقدسہ میں یہ امتزاج سطر بہ سطر گوناگوں طریقوں سے پیش کیا گیا ہے۔ اس کام کے لیے تبرئہ اور تقدیس الہیاتی اصطلاحات ہیں۔ تبرئہ وہ کام ہے جو مسیح ہمارے قائم مقام کے طور پر انجام دیتے ہیں، اور تقدیس وہ کام ہے جو مسیح ہمارے نمونہ کے طور پر انجام دیتے ہیں۔ تبرئہ آسمان کے لیے ہماری سند ہے، اور تقدیس آسمان کے لیے ہماری اہلیت ہے۔ یہ دونوں اعمال روح القدس کی موجودگی کے وسیلہ سے ایماندار کو عطا کیے جاتے ہیں۔ اس کام کو ان لوگوں کے دلوں اور اذہان پر خدا کی شریعت لکھ جانے کے طور پر پیش کیا گیا ہے جو ابدی عہد میں قبول کیے گئے ہیں۔

"ذہن" مندر کے اُس حجرے کی نمائندگی کرتا ہے جس میں سر قیام کرتا ہے۔ ذہن کو اعلیٰ فطرت کہا جاتا ہے، اس کے برعکس جسم زیریں فطرت ہے۔ ذہن کی نمائندگی ہمارے خیالات کرتے ہیں، جب کہ جسم کی نمائندگی ہمارے احساسات کرتے ہیں۔

بہت سے لوگ بلاوجہ ناخوشی کا سامنا کرتے ہیں۔ وہ اپنے ذہنوں کو یسوع سے ہٹا لیتے ہیں اور انہیں حد سے زیادہ اپنی ذات پر مرکوز کر لیتے ہیں۔ وہ چھوٹی چھوٹی مشکلات کو بڑا بنا دیتے ہیں اور مایوس کن باتیں کرتے ہیں۔ وہ خدا کی مشیت کے بارے میں بلاوجہ کڑھنے اور شکوہ کرنے کے بڑے گناہ کے مرتکب ہیں۔ جو کچھ ہمارے پاس ہے اور جو کچھ ہم ہیں، اس کے لیے ہم خدا کے مقروض ہیں۔ اس نے ہمیں ایسی صلاحیتیں دی ہیں جو ایک حد تک ان صلاحیتوں سے مشابہ ہیں جو خود اس کے پاس ہیں؛ اور ہمیں چاہیے کہ ہم ان صلاحیتوں کو نکھارنے کے لیے لگن سے محنت کریں، نہ اپنی ذات کو خوش کرنے اور بلند کرنے کے لیے، بلکہ اسے جلال دینے کے لیے۔

"ہمیں اپنے ذہنوں کو خدا سے وفاداری سے روگرداں ہونے کی اجازت نہیں دینی چاہیے۔ مسیح کے وسیلہ سے ہم خوش رہ سکتے ہیں اور رہنا بھی چاہیے، اور ہمیں ضبط نفس کی عادات پیدا کرنی چاہیں۔ حتیٰ کہ خیالات کو بھی خدا کی مرضی کے تابع لایا جائے، اور جذبات عقل و دین کے قابو میں رہیں۔ ہماری قوت تخیل ہمیں اس لیے نہیں دی گئی کہ وہ بے لگام دوڑے اور اپنی من مانی کرے، بغیر کسی ضبط اور تربیت کی کوشش کے۔ اگر خیالات غلط ہوں گے تو جذبات بھی غلط ہوں گے؛ اور خیالات و جذبات مل کر اخلاقی کردار تشکیل دیتے ہیں۔ جب ہم یہ فیصلہ کرتے ہیں کہ مسیحیوں کی حیثیت سے ہمارے لیے اپنے خیالات اور جذبات کو روکنا ضروری نہیں، تو ہم شریر فرشتوں کے اثر کے تحت آ جاتے ہیں اور ان کی موجودگی اور ان کے تسلط کو دعوت دیتے ہیں۔ اگر ہم اپنے تاثرات کے آگے جھک جائیں اور اپنے خیالات کو بدگمانی، شک اور شکوہ و شکایت کے دھارے میں بہنے دیں، تو ہم ناخوش رہیں گے اور ہماری زندگیاں ناکام ثابت ہوں گی۔" ریویو اینڈ پیرالڈ، 21 اپریل، 1885۔

خیالات اور جذبات مل کر اخلاقی کردار تشکیل دیتے ہیں۔ ہمارا کردار ایک ادنیٰ اور ایک اعلیٰ فطرت پر مشتمل ہے؛ ذہن اعلیٰ فطرت ہے، اور اگر ذہن کے خیالات مقدس کیے جائیں تو ہمارے جذبات بھی مقدس ہو جائیں گے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ہماری انسانیت کو بنانے والی دو فطرتوں میں، ذہن اعلیٰ اور حاکمہ فطرت ہے۔ وہ "قوتیں" جو ہماری ہستی کے جزو کے طور پر وضع کی گئی تھیں، "کسی حد تک" ان جیسی "ہیں جو مسیح کے "پاس ہیں"، کیونکہ ہم اُس کی شبیہ پر پیدا کیے گئے تھے، اور ہمیں ان "قوتوں" کو "ترقی دینے کے لیے سنجیدگی سے محنت کرنی چاہیے۔"

وہ قوتیں جو اعلیٰ فطرت یا انسان کے ذہن کا حصہ ہیں یہ ہیں: قوت فیصلہ، یادداشت، ضمیر اور بالخصوص ارادہ۔

بہت سے لوگ پوچھتے ہیں، 'میں اپنے آپ کو خدا کے سپرد کیسے کروں؟' آپ چاہتے ہیں کہ اپنے آپ کو اُس کے حوالے کر دیں، مگر آپ اخلاقی قوت میں کمزور ہیں، شک کی غلامی میں جکڑے ہوئے ہیں، اور گناہ آلود زندگی کی عادتوں کے قابو میں ہیں۔ آپ کے وعدے اور ارادے ریت کی رسیوں کی

مانند ہیں۔ آپ اپنے خیالات، اپنے جذبوں اور اپنی رغبتوں پر قابو نہیں پا سکتے۔ اپنے ٹوٹے ہوئے وعدوں اور وفا نہ کیے گئے عہدوں کا شعور آپ کے اپنے اخلاص پر اعتماد کو کمزور کر دیتا ہے، اور آپ کو یہ محسوس ہوتا ہے کہ خدا آپ کو قبول نہیں کرے گا؛ لیکن آپ کو مایوس ہونے کی ضرورت نہیں۔ آپ کو جس بات کو سمجھنا چاہیے، وہ ارادے کی حقیقی قوت ہے۔ یہ انسان کی فطرت میں حاکم قوت ہے، فیصلہ کرنے اور انتخاب کرنے کی طاقت۔ ہر چیز ارادے کے صحیح استعمال پر منحصر ہے۔ انتخاب کی قوت خدا نے انسانوں کو دی ہے؛ اسے استعمال کرنا انہی کے اختیار میں ہے۔ آپ اپنا دل نہیں بدل سکتے، نہ ہی آپ اپنے دل کی محبتیں خدا کو خود دے سکتے ہیں؛ لیکن آپ اس کی خدمت کرنے کا انتخاب کر سکتے ہیں۔ آپ اپنا ارادہ اس کے حوالے کر سکتے ہیں؛ پھر وہ آپ میں اپنی نیک مرضی کے مطابق چاہنے اور کرنے کی قدرت پیدا کرے گا۔ یوں آپ کی پوری فطرت روح مسیح کے زیر اثر آ جائے گی؛ آپ کی محبتیں اسی پر مرکوز ہو جائیں گی، آپ کے خیالات اس کے ساتھ ہم آہنگ ہو جائیں گے۔

نیکی اور پاکیزگی کی خواہشیں جہاں تک جاتی ہیں درست ہیں؛ لیکن اگر آپ یہیں رک جائیں تو وہ کچھ بھی فائدہ نہیں دیں گی۔ بہت سے لوگ مسیحی بننے کی امید اور خواہش کرتے کرتے ہلاک ہو جائیں گے۔ وہ اپنی مرضی کو خدا کے حوالے کرنے کے مقام تک نہیں پہنچتے۔ وہ اب مسیحی بننے کا انتخاب نہیں کرتے۔

ارادے کے درست استعمال کے ذریعے آپ کی زندگی میں مکمل تبدیلی آ سکتی ہے۔ جب آپ اپنا ارادہ مسیح کے سپرد کر دیتے ہیں، تو آپ اس قدرت کے ساتھ وابستہ ہو جاتے ہیں جو تمام ریاستوں اور اختیارات سے بالاتر ہے۔ آپ کو اوپر سے ایسی قوت ملے گی جو آپ کو ثابت قدم رکھے گی، اور یوں خدا کے حضور مسلسل سپردگی کے ذریعے آپ نئی زندگی، یعنی ایمان کی زندگی، گزارنے کے قابل بن جائیں گے۔ مسیح تک قدم، 47، 48۔

قوتِ ارادہ فطرتِ انسانی میں "حاکمہ قوت" ہے، اور اس حاکم کا مقام انسانی ہیکل کے اس حجرے میں ہے جو "اس قدرت کے ساتھ جو تمام ریاستوں اور اختیارات پر فائق ہے" وابستہ ہے۔ انسانی ہیکل میں جہاں الوہیت کا انسانیت کے ساتھ اتحاد وقوع پذیر ہوتا ہے، وہ روح کا قلعہ ہے۔ ہر انسان کا ایک قلعہ ہوتا ہے، اور وہ یا تو مسیح کے، یا مسیح کے اشد دشمن کے قبضے میں ہوتا ہے۔

جب مسیح روح کے قلعے پر قبضہ کر لیتا ہے، تو انسانی عامل اس کے ساتھ ایک ہو جاتا ہے۔ اور جو شخص مسیح کے ساتھ ایک ہے، اپنے اس اتحاد کو برقرار رکھتے ہوئے، اسے دل میں تخت نشین کرتا ہے اور اس کے احکام کی اطاعت کرتا ہے، وہ شریک کے پھندوں سے محفوظ رہتا ہے۔ مسیح کے ساتھ متحد ہو کر وہ مسیح کے فیوض اپنے اندر سمیٹتا ہے اور جانیں اس کے لیے جیتنے میں اپنی قوت، موثریت اور قدرت کو خداوند کے حضور وقف کرتا ہے۔ نجات دہندہ کے ساتھ تعاون کے ذریعے وہ وہ وسیلہ بن جاتا ہے جس کے ذریعے خدا کام کرتا ہے۔ پھر جب شیطان آتا ہے اور روح پر قبضہ کرنے کی کوشش کرتا ہے، تو وہ پاتا ہے کہ مسیح نے اسے مسلح زور آور سے بھی زیادہ طاقتور بنا دیا ہے۔ ریویو اینڈ بیرالڈ، 12 دسمبر، 1899۔

روح کا قلعہ انسان کا دل اور ذہن ہے۔ نیا عہد ایماندار کے لیے تین بنیادی وعدوں کی نشان دہی کرتا ہے۔ اس سے یہ وعدہ کیا گیا ہے کہ اسے بسنے کے لیے ایک سرزمین ملے گی، جیسے آدم و حوا کے لیے عدن کا باغ تھا، جو آگے چل کر اس کے قدیم اسرائیل کے ساتھ کیے گئے عہد میں سرزمین موعود کی نمائندگی کرتا تھا، جو پھر اسرائیل روحانی کے لیے روحانی و جلالی سرزمین کی نمائندگی ٹھہرا، اور یہ تینوں سطر بہ سطر تجدید شدہ زمین کے وعدے پر گواہ ہیں، ان کے لیے جو غالب آتے ہیں جیسے وہ غالب آیا۔

جب آدم اور حوا نے گناہ کیا تو انہیں باغ عدن سے 'پراگندہ' کر دیا گیا 'سات وقت' کے لیے، اور سات ہزار سال بعد زمین نئی بنا دی جاتی ہے اور باغ عدن بحال ہو جاتا ہے۔ قدیم اسرائیل کی 'سات وقت' کے لیے پراگندگی، آدم اور حوا کے پراگندہ کیے جانے کی مثال تھی۔ عہد ایک ایسی سرزمین کا وعدہ کرتا ہے

جہاں بسنا ہو، اور یہ عدن کی بحالی کا وعدہ تھا۔ مقدس اور لشکر کی پامالی اس بات کی نمائندگی کرتی ہے کہ انسانی خاندان میں گناہ بتدریج بڑھتا گیا، جو آدم کے گناہ سے شروع ہوا تھا۔

عہد کے دیگر دو وعدے یہ ہیں کہ وفاداروں کو نیا بدن اور نیا ذہن ملے گا، یعنی خود ذہن مسیح۔ بدن "جسد" ہے، یعنی پست طبیعت؛ اور مسیح کی نسبت سے بدن کلیسیا ہے۔ ذہن اعلیٰ طبیعت ہے؛ یہی وہ شے ہے جسے سسٹر وانٹ نے "روح کا قلعہ" قرار دیا ہے۔ پولس واضح طور پر تعلیم دیتا ہے کہ جس لمحے ہم انجیل کے تقاضوں کو قبول کرتے ہیں، یعنی جب ہم راستباز ٹھہرائے جاتے ہیں، ہم ذہن مسیح حاصل کرتے ہیں۔ وہ یہ بھی تعلیم دیتا ہے کہ آمد ثانی تک ہمیں نیا اور جلال یافتہ بدن نہیں ملتا۔

دیکھو، میں تمہیں ایک بھید بتاتا ہوں؛ ہم سب نہیں سوئیں گے، مگر ہم سب بدل دیے جائیں گے، ایک لمحے میں، ان کی آن میں، آخری نرسنگے پر؛ کیونکہ نرسنگا پھونکا جائے گا، اور مردے غیر فاسد ہو کر اٹھائے جائیں گے، اور ہم بدل دیے جائیں گے۔ کیونکہ لازم ہے کہ یہ فاسد عدم فساد کو پہن لے، اور یہ فانی عدم موت کو پہن لے۔ پس جب یہ فاسد عدم فساد کو پہن لے گا، اور یہ فانی عدم موت کو پہن لے گا، تب وہ قول پورا ہوگا جو لکھا ہے کہ موت فتح میں نکل لی گئی۔ اے موت، تیرا ڈنک کہاں رہا؟ اے قبر، تیری فتح کہاں رہی؟ موت کا ڈنک گناہ ہے، اور گناہ کی قوت شریعت ہے۔ 1 کرنتھیوں 15:51-56

ایک عقیدہ، جس کے بارے میں یوحنا کہتا ہے کہ جو لوگ ایسی گمراہ کن تعلیمات پر یقین رکھتے ہیں وہ ضد مسیح ہیں، یہ استدلال کرتا ہے کہ مسیح نے کبھی ایسا جسم اختیار نہیں کیا جو گناہ کے ان اثرات کے تابع تھا جو آدم کے گناہ کے بعد سے انسانی نسل پر اثر انداز ہونا شروع ہوئے تھے۔

اور ہر وہ روح جو یہ اقرار نہیں کرتی کہ یسوع مسیح جسم میں آیا ہے خدا کی طرف سے نہیں ہے، اور یہی دجال کی وہ روح ہے جس کے بارے میں تم نے سنا تھا کہ وہ آنے والی ہے، اور اب بھی وہ دنیا میں موجود ہے۔ 1 یوحنا 4:3

بابل کی شراب (ضد مسیح) جو "Conception" "Conception" کی تعلیم دیتی ہے، یہ دعویٰ کرتی ہے کہ مریم کو کامل بنا دیا گیا تھا، جیسے آدم اور حوا گناہ سے پہلے تھے، تاکہ یسوع کی پیدائش الوہیت کے انعقادِ حمل (روح القدس) اور کامل انسانیت (مریم) کے امتزاج پر مبنی ہو۔ Immaculate Conception کا جھوٹا عقیدہ اس بات سے متعلق نہیں کہ یسوع کا مریم کے رحم میں کب انعقادِ حمل ہوا، بلکہ اس سے کہ مریم کا انعقادِ حمل آدم اور حوا کی کاملت کے ساتھ کیسے ہوا۔ یہ کہنا کہ وہ جسم جیسے مسیح نے انسان کو چھڑانے کے لیے اپنے اوپر لیا، گناہ سے پاک جسم تھا جس میں موروثیت کے اثرات موجود نہ تھے، ضد مسیح کی تعلیم ہے۔

کیونکہ بہت سے دھوکے باز دنیا میں آگئے ہیں جو یہ اقرار نہیں کرتے کہ یسوع مسیح جسم میں آیا ہے۔ ایسا شخص دھوکے باز اور ضد مسیح ہے۔ 2 یوحنا 1:7

جب مسیح جی اٹھے تو الہام بخوبی واضح کرتا ہے کہ اُس وقت اُن کا بدن جلالی تھا۔ اُن کا جی اٹھنا دوسری آمد پر راستبازوں کے جی اٹھنے کی نمائندگی کرتا ہے، اور اسی موقع پر ہمیں عہد کے مطابق نئے بدن کا وعدہ ملتا ہے۔

وہ وقت آچکا تھا کہ مسیح اپنے باپ کے تخت پر جلوہ افروز ہوں۔ ایک الہی فاتح کے طور پر وہ فتح کی یادگاریں لے کر آسمانی درباروں میں واپس جانے والے تھے۔ اپنی موت سے پہلے انہوں نے اپنے باپ سے فرمایا تھا، 'میں نے وہ کام پورا کر دیا ہے جو تو نے مجھے دیا تھا'۔ یوحنا 17:4۔ اپنی قیامت کے بعد وہ کچھ مدت تک زمین پر ٹھہرے رہے تاکہ ان کے شاگرد ان کے جی اٹھے اور جلالی بدن میں اُن سے مانوس ہو جائیں۔ اب وہ رخصت ہونے کے لیے تیار تھے۔ انہوں نے یہ حقیقت ثابت کر دی تھی کہ وہ زندہ نجات دہندہ ہیں۔ اب ان کے شاگردوں کو اسے قبر کے ساتھ وابستہ سمجھنے کی ضرورت نہ

رہی۔ وہ اسے آسمانی کائنات کے سامنے جلال یافتہ تصور کر سکتے تھے۔ The Desire of Ages, 829.

بسینے کے لیے ایک زمین کے عہد کا وعدہ اُس وقت پورا ہوتا ہے جب زمین نئی بنا دی جاتی ہے، جب عدن بحال کیا جاتا ہے اور "سات اوقات" (سات ہزار سال) پر مشتمل آدم اول کی انسانیت کا بکھراؤ اختتام پذیر ہوتا ہے۔ نئے اور جلالی بدن کے عہد کا وعدہ دوسری آمد پر، پلک جھپکتے میں، عطا کیا جاتا ہے۔

"بیت لحم کی کہانی ایک لامتناہی موضوع ہے۔ اس میں 'خدا کی حکمت اور علم دونوں کی دولت کی گہرائی' پوشیدہ ہے۔ رومیوں 11:33۔ ہم نجات دہندہ کی اس قربانی پر حیران رہ جاتے ہیں کہ اُس نے آسمان کے تخت کو چرنی کے ساتھ، اور پرستش گزار فرشتوں کی معیت کو اصطلح کے جانوروں کی ہم نشینی کے ساتھ بدل دیا۔ اُس کی حضوری میں انسانی غرور اور خود بسندگی ملامت پاتے ہیں۔ تاہم یہ اُس کی عجیب تواضع کا محض آغاز تھا۔ یہ خدا کے بیٹے کے لیے تقریباً لامحدود فروتنی ہوتی کہ وہ انسان کی فطرت اختیار کرتا، حتیٰ کہ اُس وقت بھی جب آدم عدن میں اپنی معصومیت کی حالت میں کھڑا تھا۔ لیکن یسوع نے انسانیت کو اُس وقت قبول کیا جب نسل چار ہزار برس کے گناہ سے کمزور ہو چکی تھی۔ آدم کی ہر اولاد کی طرح اُس نے وراثت کے عظیم قانون کے عمل کے نتائج کو قبول کیا۔ یہ نتائج کیا تھے، اس کا اظہار اُس کے زمینی آباء و اجداد کی تاریخ میں ہوتا ہے۔ وہ ایسی وراثت کے ساتھ آیا تاکہ ہمارے دکھوں اور آزمائشوں میں شریک ہو، اور ہمیں بے گناہ زندگی کی مثال دے۔" The Desire of Ages, 48.

جب کوئی شخص انجیل کی شرائط پوری کرتا ہے، تو وہ اسی وقت ایک نیا ذہن پاتا ہے—یعنی مسیح کا ذہن—لیکن بدن، جسے پولس "جسم" بھی کہتا ہے، مسیح کی دوسری آمد پر تبدیل ہوگا۔ ادنیٰ طبیعت، جو جذبات پر مشتمل ہے، تبدیلی ایمان کے وقت ختم نہیں ہوتی۔ یہ جذبات، جو اخلاقی کردار کا ایک حصہ ہیں، دوسری آمد تک برقرار رہتے ہیں۔ یہ جذبات اُس جذباتی نظام کی نمائندگی کرتے ہیں جو ہارمونل نظام سے وابستہ ہے۔ یہ اُن حواس کی بھی نمائندگی کرتے ہیں جو اعصابی نظام سے متعلق ہیں۔ انسان کی ادنیٰ طبیعت کے تمام وہ عناصر جنہیں جذبات شمار کیا جاتا ہے، دو بنیادی زمروں میں تقسیم ہیں۔ ایک قسم اُن رجحانات پر مشتمل ہے جو ہم نے اپنے آباء و اجداد سے موروثی طور پر پائے ہیں، اور دوسری قسم وہ پرورش یافتہ رجحانات ہیں جو ہم نے اپنے ذاتی انتخاب کے ذریعے پروان چڑھائے ہیں۔

کچھ موروثی رجحانات محض انسانی سرشت کا حصہ ہوتے ہیں، اور موروثی رجحانات کی بعض اقسام برائی کرنے کی ہوتی ہیں۔ پروردہ احساسات وہ ہیں جنہیں ہم اپنے انتخاب سے قائم کرتے ہیں، اور موروثی رجحانات "موروثیت کے عظیم قانون" کے ذریعے منتقل ہوتے ہیں۔

یسوع مسیح نے "اُس وقت بشریت اختیار کی جب نسل انسانی چار ہزار برس کے گناہ سے کمزور ہو چکی تھی۔ آدم کی ہر اولاد کی مانند اُس نے موروثیت کے عظیم قانون کی کارفرمائی کے نتائج کو قبول کیا۔ یہ نتائج کیا تھے، اس کی شہادت اُس کے زمینی اسلاف کی تاریخ دیتی ہے۔ وہ ایسی موروثیت کے ساتھ آیا تاکہ ہمارے غموں اور آزمائشوں میں شریک ہو، اور ہمیں گناہ سے پاک زندگی کا نمونہ پیش کرے۔" موروثیت کے عظیم قانون کی چار ہزار برس کی کارفرمائی کے نتائج کے ساتھ، یسوع نے اپنی مرضی کو بروئے کار لا کر اُن تمایلات کو ہمیشہ زیر انقیاد رکھا، اور اُس نے کبھی بھی کسی گناہ آلود احساس کی پرورش میں حصہ نہ لیا۔

اگر یسوع نے ایک انسانی جسم قبول کیا ہوتا، جیسا کہ گناہ سے پہلے آدم و حوا کی حالت تھی، اور انسانیت کی کمزوری کے اُن نتائج کو قبول کیے بغیر جو چار ہزار برس کے زوال کے دوران رونما ہو چکے تھے، تو وہ یہ مثال فراہم نہ کرتے کہ خدا کا ہر بچہ کس طرح غالب آ سکتا ہے۔

ہم اس مطالعے کو اگلے مضمون میں جاری رکھیں گے۔

بہت سے لوگ مسیح اور شیطان کے اس تصادم کو اپنی ذاتی زندگی سے بے تعلق سمجھتے ہیں؛ اور ان کے لیے اس میں کوئی خاص دلچسپی نہیں۔ لیکن ہر انسانی دل کے دائرے میں یہ معرکہ بار بار برپا ہوتا ہے۔ بدی کی صفیں چھوڑ کر خدا کی خدمت اختیار کرنے والا کوئی بھی شخص شیطان کے حملوں سے دوچار ہوئے بغیر نہیں رہتا۔ جن ترغیبات کا مسیح نے مقابلہ کیا، وہی ہیں جن کا مقابلہ کرنا ہمیں نہایت دشوار معلوم ہوتا ہے۔ اور چونکہ ان کی سیرت ہماری نسبت برتر تھی، اسی نسبت سے یہ ترغیبات ان پر کہیں زیادہ شدت سے ڈالی گئیں۔ دنیا کے گناہوں کا ہولناک بوجھ ان پر ہوتے ہوئے بھی، مسیح نے اشتعائے نفس، دنیا کی محبت، اور اس نمائش کی محبت—جو بے جا جسارت پر ابھارتی ہے—کے امتحان میں ثابت قدمی دکھائی۔ یہی وہ آزمائشیں تھیں جنہوں نے آدم اور حوا کو مغلوب کر دیا، اور جو ہمیں بھی بہت آسانی سے مغلوب کر دیتی ہیں۔

شیطان نے آدم کے گناہ کو اس بات کے ثبوت کے طور پر پیش کیا کہ خدا کا قانون غیر منصفانہ ہے اور اس پر عمل نہیں کیا جا سکتا تھا۔ ہماری انسانی حالت میں، مسیح کو آدم کی ناکامی کی تلافی کرنا تھی۔ لیکن جب آزمانے والے نے آدم پر حملہ کیا تو گناہ کے اثرات میں سے کوئی بھی اس پر نہ تھا۔ وہ کامل انسانیت کی قوت میں کھڑا تھا، ذہن اور جسم کی پوری توانائی کا مالک۔ وہ عدن کی شان و شوکت سے گھرا ہوا تھا اور آسمانی ہستیوں کے ساتھ روزانہ ہمکلامی میں تھا۔ جب یسوع شیطان کا مقابلہ کرنے کے لیے بیابان میں داخل ہوا تو معاملہ ایسا نہ تھا۔ چار ہزار برس سے نسل انسانی جسمانی قوت، ذہنی طاقت اور اخلاقی قدر میں گھٹتی چلی آ رہی تھی؛ اور مسیح نے زوال پذیر انسانیت کی کمزوریوں کو اپنے اوپر لیا۔ فقط اسی طرح وہ انسان کو اس کی پستی کی نہایت گہرائیوں سے نجات دے سکتا تھا۔

بہت سے لوگ یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ مسیح کو آزمائش مغلوب کر ہی نہیں سکتی تھی۔ تب انہیں آدم کی جگہ پر رکھا ہی نہ جا سکتا؛ اور وہ وہ فتح حاصل نہ کر سکتے جو آدم حاصل نہ کر سکا۔ اگر کسی لحاظ سے ہماری کشمکش مسیح کی نسبت زیادہ سخت ہو، تو پھر وہ ہماری مدد کرنے کے قابل نہ ہوتے۔ لیکن ہمارے نجات دہندہ نے انسانیت کو اس کی تمام کمزوریوں سمیت اختیار کیا۔ انہوں نے انسان کی فطرت اختیار کی، اس امکان کے ساتھ کہ وہ آزمائش کے آگے جھک بھی سکتے تھے۔ ہمیں ایسی کوئی چیز برداشت نہیں کرنی پڑتی جسے انہوں نے برداشت نہ کیا ہو۔

مسیح کے ساتھ بھی، جیسے عدن میں مقدس جوڑے کے ساتھ، پہلی عظیم آزمائش کی بنیاد اشتیہا ہی تھی۔ عین اُس مقام سے جہاں سے سقوط شروع ہوا، لازم تھا کہ ہمارے فداء کا کام بھی وہیں سے شروع ہو۔ جس طرح اشتیہا کی تسکین کے باعث آدم گرا، اسی طرح اشتیہا کے انکار کے ذریعے مسیح کو غالب آنا تھا۔ اور جب اُس نے چالیس دن اور چالیس رات روزہ رکھا تو بعد ازاں اُس کو بھوک لگی۔ اور جب آزمانے والا اُس کے پاس آیا تو اُس نے کہا، اگر تو خدا کا بیٹا ہے تو حکم دے کہ یہ پتھر روٹی بن جائیں۔ لیکن اُس نے جواب دیا، لکھا ہے، انسان صرف روٹی سے ہی زندہ نہ رہے گا بلکہ ہر اُس کلام سے جو خدا کے منہ سے نکلتا ہے۔

آدم کے زمانے سے لے کر مسیح کے زمانے تک، نفس پرستی نے نفسانی خواہشات اور جذبات کی قوت کو اس قدر بڑھا دیا تھا کہ انہیں تقریباً لامحدود اختیار حاصل ہو گیا تھا۔ یوں انسان پست اور بیمار ہو گئے تھے، اور اپنے زور پر ان خواہشات پر قابو پانا ان کے لیے ناممکن تھا۔ انسان کی خاطر، مسیح نے سخت ترین آزمائش برداشت کر کے فتح پائی۔ ہماری خاطر اُس نے ایسا ضبط نفس دکھایا جو بھوک یا موت سے بھی زیادہ قوی تھا۔ اور اس پہلی فتح میں وہ دوسرے پہلو بھی مضمحل تھے جو تاریکی کی قوتوں کے ساتھ ہماری ہر کشمکش میں شامل ہوتے ہیں۔ عصور کی آرزو، 117۔